



کورونا وائرس

غور و فکر کے چند پہلو

خان یاسر

کورونا وائرس

غور و فکر کے چند پہلو

خان یاسر

فیکٹری، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، دہلی

سیکریٹری، شعبہ فروع فکر اسلامی و اسنڈی سرکل، جماعت اسلامی ہند، حلقة، دہلی

Instagram @yasiriiis

وسطی چین میں واقع (صوبہ ہو بے کے صدر مقام) ووہان کے چار باشندے 26 دسمبر 2019 کو بخار، کھانسی، اور سانس لینے میں تکلیف کی شکایت لے کر ڈاکٹر ڈھینگ جکسیان کے پاس پہنچے۔ ڈاکٹر ڈھینگ نے ان مریضوں میں ایک پراسرار قسم کے نمونیہ کی دریافت کی۔ انہی دنوں ووہان سینٹرل ہاسپیت کے ڈاکٹری ویندیا نگ نے بھی سو شل میڈیا کے ذریعہ لوگوں کو ایک نئے وائرس سے خبردار کیا۔ چین اگر ڈاکٹری ویندیا نگ کو ہر اساح کرنے کے بدلتے ان کی تنبیہ پر کان دھرتا تو کیا حالات بہتر ہوتے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب فی الحال حتمی طور پر نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے بعد سے جو ہو رہا ہے وہ ہمارے لیے نیوز اور آنے والی نسلوں کے لیے تاریخ بنتا جا رہا ہے۔

نئے وائرس سے متاثر مریضوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ زیادہ تر متاثرین کا سمندری غذاوں کے ایک بازار سے تعلق تھا جہاں مچھلیوں و دیگر بھری جیوانوں کے گوشت کے ساتھ ساتھ مختلف اقسام کے بھالو، چوہے، سانپ، گلہری، چمگاڈڑ، مگر مچھ، کتے، گدھے، لومڑی، خنزیر، اور بھیڑیے وغیرہ کا گوشت بھی ملتا تھا۔ بازار بند کیا گیا۔ چین نے، دیریہ ہی سے سہی، کئی موثر قدم اٹھائے لیکن یہ وائرس بلائے

جان بن کر دنیا پر ٹوٹ پڑا۔ مشرق سے لے کر مغرب تک شاید ہی کوئی ملک ہو جو اس کی زد سے محفوظ ہو۔ 26 مارچ تک کے اعداد و شمار کے مطابق **کورونا وائرس** کا انگلش 198 ممالک میں پھیل چکا ہے۔ اب تک تقریباً پانچ لاکھ افراد اس مرض سے (جسے بعد میں COVID-19 کا نام دیا گیا) متاثر ہوئے ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں پھیلے ہوئے ان متاثرین میں سے اکیس ہزار سے زائد ملک عدم سدھار چکے ہیں۔ ان اعداد و شمار میں ہر آن اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ اس مختصر سے مقاولے کا مقصد اس بیماری کے تعلق سے کوئی نیا انکشاف نہیں ہے۔ یہاں صرف اس وبا اور اس سے پیدا شدہ حالات پر چند بکھرے ہوئے خیالات کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقاولے کے چھوٹے بڑے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں، تحدیث نعمت کے طور پر، اس بات کا مختصر ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو جو دفاعی نظام عطا کیا ہے وہ کیسے کیسے دشمنوں سے کس طرح ہماری حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنی ساخت پر غور کرے اور اس کے دل میں اللہ کے شکر کا جذبہ پیدا ہو۔ **کورونا وائرس** کے ذریعہ پیدا شدہ بیماری کے تعلق سے چند بنیادی باتوں کے خلاصے کے

ساتھ یہ حصہ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں، جو ہمارا اصل موضوع بھی ہے، زور اس بات پر ہے کہ ان پر بیشان کن حالات کا سامنا مونمانہ کردار اور ثابت طرز فکر کے ساتھ کیسے کیا جائے۔



جسم کی مستعد اور طافتوں فوج

اُس ملک میں امن و امان اور خوشحالی کا ڈیرا نہیں ہو سکتا جہاں اندر ورنی دشمن اپنی ریشہ و دوانیوں کے لیے آزاد ہوں۔ ملک کی بقا اور سلیمانیت کے لیے ضروری ہے کہ اندر ورنی دشمن سے نپٹنے کے لیے پوس اور بیرونی دشمنوں کے قلع قع کے لیے فوج مستعد ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ پوس اور فوج دشمن اور دوست میں تمیز کرنا جانتے ہوں کیونکہ پوس اگر چور، ڈاکو اور قاتلوں کو چھوڑ کر شہر یوں کی دشمن بن جائے اور فوج دہشت گردوں اور دشمن افواج کو چھوڑ کر بغاوت یا ملکی سیاست میں دخل اندازی کا راستہ اختیار کرے تو ایسے ملک کی خیر نہیں۔ جسم انسانی کی بھی یہی صورت حال ہے۔ اندر ورنی و بیرونی حملوں سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو جو

صلاحیت دی ہے اسے قوت مدافعت (Immune System) کہتے ہیں۔ آئیے اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں۔

ہمارے جسم میں کوئی بن بلا یا بیرونی عنصر داخل ہونا چاہے تو ہماری جلد اسے اس کی اجازت نہیں دیتی۔ ناک کے راستے دھول یا کوئی ذرہ داخل ہو جائے تو وہ بلغ اور چچپے مادے میں الجھ کر رہ جاتا ہے، اندر داخل ہو کر نقصان نہیں پہنچا پاتا، بعد ازاں اسے چھینک کے زور سے دھکے مار کر باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے ذرات آنکھوں میں پڑ جائیں تو بھی انہیں تباہی مچانے کی اجازت نہیں ملتی، کچھ ہی دیر میں آنسو نہیں گرفتار کر لیتے ہیں اور اپنی سرحدوں سے باہر پہنچا دیتے ہیں۔ کھاتے وقت ہم فائدہ مند چیزوں کے ساتھ ساتھ بہت سی مضر اشیاء بھی کھاتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو توڑ پھوڑ کر کام کی چیزوں کو الگ کر لینا اور فضول چیزوں کو جسم سے خارج کر دینے کا ایک پورا نظام پیٹ میں موجود ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا ہوگا کہ **چھر** وغیرہ کے کائنات پر وہ جگہ تھوڑی سی سوچ جاتی ہے، لال لال نشان سا پڑ جاتا ہے... یہ چھر کی جانب سے داخل کیے گئے کیمیائی مادے پر جسم کے مدافعتی نظام کا رد عمل ہے۔ جسم کے خلوی سپاہی جب تک مرمت کے اس کام سے فارغ نہیں ہو جاتے چین سے نہیں بیٹھتے۔ کوئی زخم ہو جائے اور خون بہنے لگے تو

بھی یہ نظام حرکت میں آتا ہے اور زخم کے مقام پر خون جم جاتا ہے تاکہ زیادہ مقدار میں خون کے نکل جانے سے جسم کو کوئی خطرہ نہ لاحق ہو۔

بالفرض حال اگر کوئی وائرس جسم میں داخل ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو بہت دریک رنگ رلیاں نہیں منا پاتا۔ جسم کا مدفعتی نظام فوراً حرکت میں آتا ہے اور ایمیر جنسی ڈکلیسر کر دیتا ہے۔ اسے آپ بخار، نزلہ وزکام کہتے ہیں۔ جسم کا درجہ حرارت زیادہ ہو تو وائرس کو اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں میں پریشانی ہوتی ہے اور جسم کے سپاہیوں کو انہیں ڈھونڈ کر ٹھکانے لگادینے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ نزلہ وزکام کی بھی ہے؛ بہتی ناک دراصل اس جنگ کا نتیجہ ہے جو جسم کی افواج کی نقصاندہ جرثوموں سے ہوتی ہے۔ بس اتنا ہی نہیں، جسم کے اس مدفعتی نظام کی ایک بہترین خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے پرانے دشمنوں کو یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ جب وہی دشمن دوبارہ حملہ کرتے ہیں تو بڑی آسانی سے انہیں کھدیڑ دیا جاتا ہے اور کسی نئی خونیں جنگ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ وہ اصول ہے جسے سائنسدانوں نے بہت سی خطرناک بیماریوں کے طیکے بنانے میں استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر چیک کی وبا جب پھیلتی تھی تو پہلے

پہلے ہزاروں لاکھوں لوگ اس کا شکار ہو جاتے تھے لیکن اب اس کا ٹیکہ لگادیا جاتا ہے۔ اس کا ٹیکہ گائے میں پائی جانے والی (نسبتاً کم خطرناک) چیپک کے پس سے بنایا جاتا ہے۔ جب اسے متعین مقدار میں انسان کے جسم میں پہنچایا جاتا ہے تو جسم کا مدافعتی نظام بڑی آسانی سے اس کا مقابلہ کر لیتا ہے اور پھر یہ نظام (یا متعین الفاظ میں **Memory Cells**) اس حملے کو یاد کر لیتے ہیں اور آئندہ اگر کبھی چیپک کے وائرس کا حملہ ہوتا بھی ہے تو جسم بڑی آسانی سے اسے شکست دے دیتا ہے۔

انسانی جسم کے نہیں دشمن

جسم کا یہ مدافعتی نظام لگاتار کام کرتا ہے۔ اس کے خاص دشمن جن کا تذکرہ یہاں مقصود ہے چھوٹے... بہت چھوٹے... بلکہ بہت ہی زیادہ چھوٹے ہوتے ہیں... اتنے چھوٹے کہ وہ انسانی آنکھوں سے نظر بھی نہیں آتے۔ جسامت کی بات کریں تو **بیکٹیریا** کی جسامت (مختلف قسموں کے اعتبار سے) 0.3 سے لے کر 5 ماکرو میٹر تک ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ ایک میٹر میں دس لاکھ ماکرو میٹر ہوتے ہیں۔ یہ اتنی چھوٹی جسامت ہے کہ مٹی کے ایک گرام میں عام طور پر 4 کروڑ بیکٹیریا یا ہوتے ہیں۔ وائرس کو ناپنے کے

لیے مانکرو میٹر کی یہ چھوٹی اکائی بھی بہت بڑی ہے۔ چنانچہ انہیں نینو میٹر میں ناپا جاتا ہے۔ ایک میٹر میں ایک ارب (یعنی ایک کے بعد نو صفر) نینو میٹر ہوتے ہیں۔ سائنسدانوں نے ایسے وائرس کا پتہ بھی لگایا ہے جن کی جسامت صرف 17 نینو میٹر ہوتی ہے۔ سارس کے وائرس کی جسامت، جو کورونا وائرس سے کافی مماثل ہے، 120 نینو میٹر ہوتی ہے۔ یہ اتنی چھوٹی جسامت ہے کہ اگر بیکٹیریا کی آنکھ ہوتی تو بھی اسے وائرس نظر نہیں آتے۔ اس چھوٹی سی جسامت کا تصور کرنے کے لیے اپنے ناخنوں پر ایک نظر ڈالیے۔ آپ کے ناخن ہر سینڈ میں تقریباً ایک نینو میٹر بڑھ جاتے ہیں۔

وائرس دراصل ایک متعدی عامل (infectious agent) ہے جس میں کسی زندہ وجود میں داخل ہو کر افزائش کی حیرت انگیز صلاحیت ہوتی ہے۔ دمتری ایوانووسکی (Dmitri Ivanovsky)، روس کے عالمِ نباتات، نے سب سے پہلے 1892 میں تمباکو کے پودوں کی ایک بیماری کا مطالعہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس بیماری کا سبب بیکٹیریا سے بھی چھوٹے جراثیم ہیں۔ بعد میں انہیں وائرس کا نام دیا گیا۔

وائرس بذات خود زندہ ہے یا کسی زندہ مخلوق میں داخل ہونے پر اس میں جان پڑ جاتی ہے؟ اس سوال پر سائنسدانوں کے درمیان اختلاف ہے۔ احتیاط کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وائرس میں زندگی کی واضح علامات اس وقت دکھائی پڑتی ہیں جب وہ کسی جاندار میں داخل ہو کر اپنی افزائش شروع کرتا ہے۔ وہ اتنی کثیر تعداد میں بڑھتا ہے کہ اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو اس جاندار کی زندگی کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے جس کے تمام وسائل پر دھیرے دھیرے یہ طفیلی وائرس قبضہ کرتا چلا جاتا ہے۔ وائرس انسان اور جانوروں کے علاوہ نباتات، حتیٰ کہ جراثیوں جیسی انسانی آنکھوں سے نظر نہ آنے والی مخلوقات پر بھی تسلط حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

کورونا وائرس سے متعلق چند باتیں

جس وبا سے پوری دنیا پر بیشان ہے اسے COVID-19 کا نام دیا گیا ہے۔ CoronaVirus Disease 2019 (COVID-19) Severe Acute

Respiratory Syndrome CoronaVirus 2 (SARS-CoV-2) کا نام دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جو باقی اب تک منظر عام پر آئی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سب سے پہلے اس وائرس کا پتہ چین کے ووہان شہر میں چلا۔ سائنسدانوں کی ابتدائی تحقیق کے مطابق یہ وائرس چگاڈڑوں اور سانپوں سے انسانوں میں آئے ہیں۔ انسانوں سے انسانوں میں یہ وائرس کھانسی یا چھینک میں خارج ہونے والے تنفسی قطرات (Respiratory Droplets) کے ذریعہ منتقل ہوتے ہیں۔ یہ وائرس پلاسٹک یا استیل پر تین دن، دفتی یا کاغذ پر ایک دن، اور تانبے پر چار گھنٹوں تک زندہ رہ سکتا ہے۔ تیز بخار کے ساتھ سوکھی کھانسی اور سانس لینے میں تکلیف کچھ واضح علامات ہیں جو کورونا وائرس کے انفکشن کو ظاہر کرتی ہیں۔ پاکی وصفائی کا خیال رکھا جائے تو وائرس کے انفکشن سے بچا جا سکتا ہے انسانی جلد پر وائرس ہو تو بھی وہ اپنی افزائشی عمل کو شروع نہیں کر سکتا۔ لیکن انسان جب اپنے ہاتھ کو آنکھ، ناک، یا منہ تک لے جاتا ہے تو وائرس کو بُسم میں داخلے کی راہ مل جاتی ہے۔ اس لیے ہاتھوں کی صفائی پر خصوصی توجہ دلانی جاری ہے۔ اسی طرح کھانستے اور چھینکتے وقت بھی اگر

اسلامی آداب کا خیال رکھا جائے تو انفلکشن کے پھلینے پر بڑی حد تک روک لگائی جاسکتی ہے۔

موجودہ اعداد و شمار کے مطابق 84 فیصد لوگ جو کورونا وائرس کے انفلکشن کا شکار ہوئے تھے، صحیتیاب ہو چکے ہیں۔ جنہیں اس وقت انفلکشن ہے ان میں سے صرف چار فیصد کی حالت تشویشناک بتائی جا رہی ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار آپ سے ہونے والی اموات کی شرح دو سے چار فیصد ہے۔ بری خبر البتہ یہ ہے کہ کورونا وائرس بہت تیزی سے پھیلتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک بہت بڑی تعداد کا دو سے چار فیصد بھی بڑی تعداد ہوتی ہے لہذا اس معاملے کو ہلکے میں نہیں لیا جاسکتا۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ اگر کورونا وائرس تیزی سے پھیل جائے تو دنیا کے کئی ممالک کا طبی و شفائی نظام اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے فرض کیجیے کہ ایک شہر میں صرف دس اسپتال اور ہر اسپتال میں اوسطاً پچاس مریضوں کو بھرتی کرنے کی گنجائش ہے۔ اس شہر میں اچانک تین ہزار لوگ بیمار ہو جائیں تو شہر میں اسپتال، بستہ، ڈاکٹر، نرس سے لے کر دواں تک کا قحط پڑ جائے گا

کیونکہ اس شہر کا طبی نظام بیک وقت صرف پانچ سو مریضوں کی نگہداشت اور علاج کی لیاقت رکھتا ہے۔ اب یہ اضافی مریض، چاہے کسی عام سے مرض میں ہی کیوں نہ بتلا ہوں مگر، علاج نہ ملنے کی صورت میں (یا کما حقہ نہ ملنے کی صورت میں) بڑا نقصان



وائرس سے متاثر ہونے والوں کی تعداد اس وقت جب احتیاطی تمدید اخیر کی جائیں

وائرس سے متاثر ہونے والوں کی تعداد اس وقت جب احتیاطی تمدید اخیر کی جائیں

مریضوں کی وہ زیادہ سے زیادہ تعداد جنہیں اپنا اول میں علاج کی سہولت فراہم کی جاتی ہے

وائرس سے متاثر ہونے والوں کی تعداد اس وقت جب کامیابی سے احتیاطی تمدید اخیر کی جائیں



وائرس کو پھیلنے کے لیے درکار عرصہ

اٹھائیں گے۔ لیکن یہی تین ہزار مریض اگر ایک ہی دن بیمار ہونے کے بجائے ایک مہینے کے نسبتاً طویل عرصے میں بیمار ہوئے ہوتے تو سبھی کو علاج میسر آتا اور سماج کو مجموعی طور پر ہونے والا نقصان بہت کم ہوتا۔ اسے اصطلاحی زبان میں flattening of the curve کہا جاتا ہے۔ انسانوں کے بڑے پیانے پر اکٹھا ہونے اور سفر کرنے پر جو پابندیاں لگائی جائیں ہیں اس کا ایک بنیادی مقصد یہی ہے کہ دائرس کوتیزی کے ساتھ پھیلنے سے روکا جاسکے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ بیک وقت ملک کے طبی نظام پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھنا پڑے۔



ہمارے کرنے کا کام

☆ اللہ کی نشانیوں پر غور کریں۔ ساری کائنات اللہ کی نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ایک مومن ان نشانیوں پر غور کرتا ہے اور سبق حاصل کرتا ہے۔ جب ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ ابابیلوں کے ایک جھنڈ نے ہاتھیوں کے ایک عظیم لشکر کا صفائیا کر دیا تو اس واقعے

میں ہمیں اللہ کی نشانی نظر آتی ہے؛ جب واعظ ہمیں نمرود کی مچھر سے شکست کا قصہ سناتا ہے تو ہمیں اس میں اللہ کی نشانی نظر آتی ہے؛ آج دنیا بھر کے انسان، وقت کے سوپر پاورز سمیت، جس طرح اس چھوٹے سے والرے سے پریشان ہیں... کیا اس میں ہمارے لیے کوئی نشانی نہیں ہے؟ یہ حقیر و والرے ہمیں اللہ کی قوتِ تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے؛ سائنس کی تمام تر ترقیوں کے باوجود خالق کا نبات کی مشیت کے سامنے انسان کی بے بسی پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے... اور انسان کا سر بے اختیار احکم الحاکمین کے سامنے عجز و نیاز سے جھک جاتا ہے۔

۔ دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

جو انسان دوسرے انسانوں کو اس آفت سے بچانے کے لیے دن رات لگے ہوئے ہیں ان کے کردار کی عظمت پر بھی غور کیجیے۔ جو انسانی اذہان اس والرے سے لڑنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، تجربات کر رہے ہیں، ان کے ذہن و صلاحیت پر رشک کیجیے۔ ان تمام لوگوں کے لیے ہدایت و مغفرت کی دعا میں کیجیے۔ یہ رجوع الی اللہ کا وقت ہے۔ انسانوں پر آنے والی یہ مصیبتیں ان کی اپنی

کمالی ہیں۔ اللہ تو بہت سے گناہ یونہی معاف فرمادیتا ہے لیکن کبھی کبھی انہیں ان کے اعمال کا مرا بھی چکھا دیتا ہے (ملاحظہ فرمائیے: سورہ الروم: 41، سورہ الشوریٰ: 30)۔ توبہ کیجیے۔ استغفار کیجیے۔ روئے، گڑگڑائیے۔ اللہ کی ان نشانیوں کو اپنے ایمان میں اضافے کا سبب بنایجیے۔ ہمارے دل کا حال اس چٹان کا سانہ ہو جس پر بارش کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اس زرخیز میں کاسا ہو جس پر بارش ہو تو فصلیں لہلہاٹھتی ہے۔

☆ **اعتدال کا دامن تھا میں۔** ایسے واقعات جب رونما ہوتے ہیں تو بہت سے لوگ دو قسم کی انتہا پسندی میں بنتا ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ موت برحق ہے اور ہم اللہ سے ڈرتے ہیں، کسی وارس سے نہیں... اور پھر ان بذاتِ خود صحیح باتوں سے احتیاط نہ کرنے کا غلط جواز برآمد کر لیتے ہیں۔ موت بالکل برحق ہے لیکن سڑک پر جب کوئی گاڑی آپ کی طرف آتی ہے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ جی ہاں! ہٹ جاتے ہیں۔ آپ کا یہ ہٹنا ایمان کے منافی نہیں ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (سورہ البقرہ: 195)۔ رزق اللہ دیتا ہے... اس بات پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر کون بیوقوف ہے جو حصولِ رزق کے لیے کوشش نہیں

کرتا؟ رزق کے لیے کوشش کرنا، اللہ کے رازق ہونے پر ایمان کے منافی نہیں ہے۔

اس کے برخلاف کچھ دوسرے لوگ ہیں جو حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ گھبرا کر عجیب و غریب فیصلے لینے لگتے ہیں۔ خود ڈرتے ہیں اور دوسروں میں بھی خوف و ہراس کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ اختیاطی تدابیر یوں بھی کچھ احتیاط کے ساتھ بتائی جاتی ہیں لیکن یہ اس 'احتیاط' میں بھی 'اجتہاد' کر کے دس درجہ زیادہ محتاط ہو جاتے ہیں۔ یوں دو دھر سے جلے بغیر چھا چکو ابال کر پیتے ہیں۔ چنانچہ سرٹکوں اور بازاروں میں جانے کی ممانعت ہوتو یہ کمرے سے با تھر روم کا سفر اختیار کرنے میں بھی دائمیں دائمیں دیکھ کر ماسک وغیرہ صحیح کر لیتے ہیں۔ بوڑھے اور بیماروں کو مسجد آنے سے منع کیا جائے تو تندرست و تو انا ہو کر بھی با جماعت نماز نہیں پڑھتے۔

پہلے گروہ کی غلطی یہ ہے کہ وہ مسبب الاسباب پر ایمان لا کر یہ بھول جاتا ہے کہ اسی خدا نے سبب پیدا بھی کیے ہیں، دنیا کو دارالاسباب بھی بنایا ہے، اور انسان کو اسباب اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت محمد ﷺ بغیر فوج اور ہتھیاروں کے آ کر کھڑے نہیں ہو گئے کہ آج پھونکوں سے معركہ سر ہو گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ سارے اسباب اختیار کیے گئے جو کیے

جاسکتے تھے۔ دوسرے گروہ کی غلطی یہ ہے کہ وہ سب کچھ اس طرح اختیار کرتا ہے مانوسب ہی پر ایمان لا یا ہو۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ سب کو پیدا کرنے والا سبب الاسباب بھی ہے جو چاہے تو آگ گرمی اور جلانے کا نہیں بلکہ ٹھنڈی وسلامتی کا سبب بن جائے (سورہ الانبیاء: 69)۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ بدر میں اللہ کے رسول نے سارے اسباب اختیار کیے لیکن بھروسہ اللہ پر کیا، دعائیں اور مناجات اللہ سے کیں، اور فتح بھی یوں حاصل ہوتی کہ مونین کو اللہ کی تائید اور اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کی حمایت حاصل تھی۔ یہ اعتدال کی روشن ہے۔ ہمارا ایمان اور یقین اللہ پر ہو، اس کی بنائی ہوتی تقدیر پر ہو، اس بات پر ہو کہ مصیبت اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے (سورہ التغابن: 64، سورہ الحدید: 22)۔ لیکن یہ ایمان ہمیں تدبیر اور عمل سے غافل نہ کرے بلکہ اس کے لیے ہمیز ثابت ہو۔ یقین اس بات پر بھی ہو کہ مصیبت کو دور کرنے والا بھی اللہ ہی ہے، وہی علیم و خبیر ہے، اور ایمان والوں کے دلوں کو مصیبت میں سکون وطمانتی اور ہدایت بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے (سورہ لفظ: 4، سورہ التغابن: 64)۔ مختصرًا یہ کہ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق ہم اونٹ باندھ کر اللہ پر توکل کریں۔ اسلام کے فلسفہ توکل کے خلاف صرف یہیں ہے کہ اللہ پر توکل کرنے

کے بد لے رسی پر توکل کیا جائے بلکہ یہ بھی ہے اونٹ کو باندھے بغیر سمجھا جائے کہ اللہ پر توکل کیا جا رہا ہے۔

☆ **بکواس، لا یعنی ولا حاصل باقوں سے بچپیں۔** انسانوں میں ایک گروہ ایسا ہے جسے با تین بکھارنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ بات جتنی بیکار ہو، بے سر پیر کی ہو، بے مقصد ہو اس میں انہیں اتنا ہی لطف آتا ہے۔ چنانچہ کورونا وائرس کے حوالے سے ہم سنتے ہیں کہ یہ یہودی سازش ہے۔ یہ چین کی سازش ہے۔ یہ چین کے خلاف امریکہ کی سازش ہے، وغیرہ۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ اخلاق و کردار سے عاری حکمران و پالیسی ساز اپنے قومی مفادات کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں لیکن بات مستند بھی تو ہو۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کو نہیں ذریعہ علم آپ کے پاس ہے جس کے ذریعہ حکمت کے یہ موتی چائے کی چسکیوں کے ساتھ بکھیرے جا رہے ہیں؟ اگر ایسا کوئی مستند ذریعہ علم ہے جو کسی اور کے پاس نہیں تو مہربانی کر کے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیجیے تاکہ ان حقائق سے پرداہ اٹھ سکے۔ لیکن اگر ایسا کوئی مستند ذریعہ علم نہیں ہے تو خود بتائیے محض وہم و گمان اور وہاں ایپ کے فارورڈز کی بنیاد پر ہونے والی ان خوش گپیوں کی کیا حیثیت ہے؟ آئیے اس بات پر ایک دوسرے طریقے سے غور کریں۔ آپ کے کہنے سے وہ تین چار لوگ،

جن سے آپ گفتگو فرم رہے ہیں، وہ مان بھی گئے کہ یہ امریکی (یا یہودی یا چینی) سازش ہے تو آپ کو اور ان کو کیا حاصل ہو گیا؟ یہ لاحصل گفتگو وقت کا ضیاع نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح کچھ لوگ (جب تک ان کے شہر یا ملک پر آفت نہ آجائے) حکم صادر کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ میرے بھائی! آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ جس شدت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بولنے والے کو حضرت جبریلؑ خود اطلاع دے کر گئے ہیں۔ ہم اپنی زبان کی اہمیت کیوں نہیں سمجھتے؟ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس سے نکلی ہوئی باتوں کا قیامت میں حساب دینا ہوگا؟ **سامری** اور **ابوالہب** کو جو بیماری لاحق ہوئی وہ اللہ کے غیض و غصب کی ایک شکل تھی؛ **حضرت ایوب** کو جو بیماری لاحق ہوئی وہ اللہ کی ایک آزمائش تھی جس سے وہ سرخون لکے... آج یہ بتیں ہم یقین سے اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کے واسطے سے یہ بتیں ہمیں بتائی ہیں۔ لیکن آج کوئی بیماری، کوئی وبا، کوئی حادثہ عذاب ہے یا آزمائش ہم کیسے کہہ سکتے ہیں؟ یہ کسی کے لیے عذاب بھی ہو سکتا ہے؛ کسی کی آزمائش بھی ہو سکتی ہے؛ کسی کو غور و فکر پر آمادہ کرنے کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے؛ کسی کے لیے تنبیہ ہو سکتی ہے؛

کسی کے گناہوں کے جھٹنے کا اور کسی کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ لاحصل بحثوں میں پڑے بغیر ہماری توجہ اس بات پر کیوں نہیں ہوتی کہ جن حالات سے بھی ہمیں سابقہ ہے ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ذاتی طور پر میری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اسلام مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میں ایسا کیا کروں کہ رضاۓ الہی کے نصب العین سے کچھ اور قریب ہو سکوں؟ وغیرہ وغیرہ۔

☆ **فراغت کے ان لمحات سے بھر پور استفادہ کریں**۔ ہم میں سے ہر ایک کو بڑی رہنمائی کا ملال رہتا ہے۔ ایسے میں حکومتوں کی جانب سے احتیاطاً کیے گئے لاک ڈاؤن کے نتیجے میں ہمیں جو فرصت کے لمحات ملے ہیں وہ نعمت غیر متربہ ہیں۔ جس طرح ہر نعمت کا خدا کو حساب دینا ہے اسی طرح فرصت و فراغت کے لمحات کا حساب بھی دینا ہوگا۔ خدارا ان قیمتی لمحات کو موبائل میں ویڈیو یوڈیو میں اور پوسٹ لائیک شیئر کھیلنے میں ضائع نہ کیجیے گا۔ ہر ایک نے کبھی نہ کبھی یہ منصوبہ بنایا ہے کہ فرصت ہوتی تو فلاں تفسیر کا مطالعہ کر لیتا، فلاں سیرت کی کتاب پڑھ لیتا، فلاں حدیث کی کتاب پڑھتا... مگر کانج کی پڑھائی سے یا آفس کی ہنگامہ آرائی سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ کبھی چھٹی ہوتی بھی تھی تو اس کے الگ منصوبے ہوتے تھے۔ اب یہ جو فرصت و فراغت کے لمحات بالکل غیر منصوبہ

بند طریقے پر میسر آئے ہیں، انہیں غنیمت جانیے۔ **مطالعہ کیجیے۔** اپنے علم میں اضافہ کیجیے۔ کیا پتہ ان چند دنوں کے مطالعہ سے آپ کی شخصیت میں کوئی بہتر تبدیلی آجائے۔ قرآن و حدیث کے لگاتار مطالعہ کا جذبہ اور توفیق میسر آجائے۔ پھر دینی کتب سے فیض حاصل کرنے کا یہ سلسلہ عام دنوں تک بھی دراز ہو جائے۔

اسی طرح نوافل کا اہتمام کیجیے۔ تسبیح و تہلیل کا اہتمام کیجیے۔ اگر ہم سے کوئی ایسا بد نصیب ہے جو روزمرہ کی مصروفیات کے چلتے پنج وقتہ نمازوں کی پابندی نہیں کر پاتا تو وہ فرصت کے ان لمحات میں اپنے نفس سے جہاد کرے اور نمازوں پر اپنے دل کو آمادہ کرے۔ لاک ڈاؤن کے نتیجے میں اگر مسجد جانا ممکن نہ ہو تو گھروں میں باجماعت نماز کا اہتمام کریں۔ عورتوں کو اور بچوں کو بھی شریک کریں۔ نمازیں پڑھنے والے کوشش کریں کہ وہ اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع پیدا کریں، نئی سورتیں یاد کریں، قرآن پر غور و فکر کریں، لمبی نمازیں پڑھیں اور اس بات پر غور کریں کہ اپنے خدا سے کیا کہہ رہے ہیں... قیام اللیل کا خیال عام طور پر جب آتا ہے تو شیطان صبح کی مصروفیات کے حوالے سے بہکاتا ہے، اب شیطان کے کسی نئے حرбے کا شکار بننے کے بجائے جی کڑا کر کے قیام اللیل کا اہتمام

کریں۔ **رمضان** کا مبارک مہینہ آنے والا ہے، اس کے استقبال کی تیاری کریں۔ اس ضمن میں **نفل روزوں** کا اہتمام بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس طرح سے ہم نے اپنے آپ کو تیار کیا اور پھر آنے والے رمضان میں اپنی ذہنی کیفیات پر، اپنے علم پر، اپنی عبادات اور نمازوں پر سنجیدگی سے کام کیا تو انشاء اللہ اپنی شخصیت میں دور رس ثبت تبدیلیوں کو پیدا ہوتا ہوا دیکھیں گے۔

اسی طرح گھروالوں کے ساتھ وقت گزاریں۔ بچوں کی تربیت کے لیے انہیں انبیاء و صحابہ کے قصے سنائیں۔ دسترخوان پر انہیں ساتھ کھلانیں۔ مختلف دعائیں یاد کرائیں۔ موقع غنیمت جان کر بڑوں کی خدمت کریں۔ ان کی دعائیں لیں۔

☆ **مصیبت کی اس گھری میں اپنے اخلاق میں بلندی پیدا کریں۔** شیطان کے بہکاوے میں آکر بہت سے لوگ مشکلات و مصائب میں خود غرضی اور کمینگی کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ ہمیں اپنے عدو مبین کے جھانسے میں نہیں آنا ہے۔ اس وبا کے دوران دنیا بھر میں انسانوں نے جہاں بلند اخلاقی کے نمونے پیش کیے وہیں پست اخلاقی کے شرمسار کردینے والے نمونے بھی سامنے آئے۔ لوگوں نے آنے والی پریشانی کی بوسونگختے ہی جس طرح روزمرہ کی ضروری اشیاء کا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا، اس سے کئی

مقامات پر نہ صرف یہ کہ اشیاء ضروری ہی قلت محسوس کی گئی بلکہ خوف و ہراس کا ماحول بھی پیدا ہوا۔ کئی لوگ افواہوں کی آگ میں تیل ڈالنے کا کام کرتے رہے۔ بہت تو ایسے تھے جنہوں نے اپنے بھائیوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر اپنی جیسیں بھرنے کی اسکیمیں سوچیں۔ چنانچہ ہمارے درمیان ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے ماسکس اور سینیٹائزرز کا ذخیرہ کر کے ان کی قیمتیں آسمان پر پہنچادیں، اور لوگوں کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھا کر ان اشیاء کی اصل سے کئی گناز زیادہ قیمتوں پر انہیں فروخت کیا۔ اخلاق کی ایسی پستی اشراف المخلوقات کے شایان شان نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ مصیبت کے اس وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کام آئیں۔ حتیٰ
المقدور انفاق فی سبیل اللہ کریں۔ ماتحت کام کرنے والوں کو کام نہ کر پانے کے باوجود تنخوا ہیں دیں۔ کسی کون قدر قم کی یا قرض کی ضرورت ہو تو اس کی ضرورت پوری کریں۔ اپنے آس پاس رہنے والے ان لوگوں کا خاص خیال رکھیں جو یومیہ کماتے تھے اور اب ان ہنگاموں نے ان کی روزی روٹی کو متاثر کر دیا ہے۔ اسی طرح ان طلبہ اور نوکری پیشہ افراد کے کھانے و دیگر ضروریات کا خیال رکھیں جو اپنے گھر والوں سے دور رہتے ہیں۔ اگر وہ فاقہ کریں گے اور آپ پیٹ بھر کر کھائیں گے تو قیامت میں میں اللہ کو کیا منہ

دکھائیں گے؟ یہاں تو معاملہ یہ ہے لوگوں نے اپنی ضروریات سے زائد خیرہ کر رکھا ہے لیکن تب بھی دوسروں کو نہیں پوچھتے حالانکہ ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ”اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔“ (سورہ الحشر: 9) ہمیں جانچنا ہوگا کہ اخلاقی بلندی کے اس قرآنی معیار پر ہم کہاں تک پورے اترتے ہیں؟

☆ **ٹھہارت و نظافت کا خیال رکھیں**۔ یہ ایک المیہ ہے کہ رسولؐ نے پاکی و صفائی پر اتنا زور دیا کہ اسے نصف ایمان قرار دیا لیکن ان کی امت آج گندی سندی رہنے کے لیے مشہور ہے۔ خدار رسول اکرم ﷺ کے الفاظ کا کچھ تو پاس و لحاظ رکھیں۔ پاک و صاف رہیں۔ ہر وقت باوضور ہنے کی کوشش کریں۔ دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔ ٹھہارت کے اسلامی آداب کا تفصیلی مطالعہ کریں اور اپنی زندگی میں ان آداب کی مکمل پاسداری کی کوشش کریں۔ گھروں اور محلوں میں بھی پاکی و صفائی کا خیال رکھیں۔ اور صرف اس ہنگامی موقع سے نہیں، ہمیشہ رکھیں۔ اس سلسلے میں مل جل کر کوشش کریں۔ جسم اور ماحول کی صفائی روحانی پاکیزگی کی پہلی سیر ہے اور بیماریوں سے محفوظ رہنے

کا آزمودہ نسخہ بھی۔

☆ **دعوت کا کام کریں۔** انپیاء کا اسوہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک مومن ہر حال میں دعوت کا کام کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسف جیل میں ہوتے ہوئے بھی فریضہ دعوت سے غافل نہیں ہوئے۔ ہمیں بھی اس فریضے سے غافل نہیں ہونا ہے۔ موبائل اور مختلف سوشل میڈیا اپس سے بہت سے بیوقوف صحیح و شام صرف گناہ بٹورتے ہیں لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ ان کا ڈھنگ سے استعمال کیا جائے تو بہترین انداز میں دعوت و اصلاح کا کام انجام دیا جاسکتا ہے۔ کورونا وائرس کے پھیلنے، بلکہ اس طرح کے تمام تر واقعات، کے نتیجے میں لوگ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ تازیانے لوگوں کو ان کی روزمرہ کی بے فکری والی زندگی سے نکال کر کچھ سنبھیڈہ سوالات پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ عام دنوں کی بہ نسبت ان اوقات میں ہدایت پر غور کرنے اور اسے قبول کرنے کا داعیہ کچھ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ موت کا خیال اور خدا کی یاد لوں کو نرم کر دیتی ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی بہترین رہنمائی کرتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے اسلامی تعلیمات کا تعارف کرایا جائے تو بہت سے ذہن متناشہ ہوتے ہیں، اور بہت سی

سعید رہوں کو ہدایت قبول کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ بات دیدہ بینار کھنے والے بہت سے شریف النفس لوگوں کو اپیل کرے گی کہ اللہ نے پاک چیزوں کو حلال کیا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام فرمایا ہے (سورہ المائدہ: 5، سورہ الاعراف: 157)۔ جب انسان ان ناپاک چیزوں کو استعمال کرتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ کبھی وہ چگاڑا اور سانپوں کے ذریعہ کرونا وائرس کا شکار بنتا ہے؛ کبھی چوہوں کے ذریعہ ہننا وائرس کا؛ کبھی خزیر کے ذریعہ سوانح انفلوئزا وائرس کا؛ اور کبھی اپنی حرام کاریوں کی وجہ سے ایچ آئی وی وائرس کا۔ اسی طرح طہارت و نظافت کے تعلق سے اسلامی تعلیمات، جو اس وقت دی گئیں جب انسانیت بیکٹیریا اور وائرسوں سے انجان تھی، بہت متاثر کن ہیں۔ استخخار، وضو، غسل، اور تیمّم وغیرہ کی ان تعلیمات کو معمولی سمجھیجئے۔ ان کی حکمتوں پر غور کیجیے۔ انسان اگر ان تعلیمات پر صحیح انداز سے عمل کرے تو بہت سی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ وباوں اور متعددی امراض کے تعلق سے حدیث میں جو رسول ﷺ کی تعلیمات ملتی ہیں وہ بھی انبیائی حکمت پر مبنی ہیں۔ ایک انسان اگر کھلے ذہن سے ان بالتوں پر غور کرے تو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ہم میں سے جو لوگ سوشل میڈیا پر اپنی تخلیقات کے لیے جانے جاتے ہیں اگر وہ ان

موضوعات پرویڈ یوز بنائیں یا شاندار ڈیزائن کے ساتھ کچھ پوسترس بنائیں تو شاید یہ بتیں زیادہ لوگوں تک پہنچیں۔

☆ **اپنے جسم کی قوتِ مدافعت کو مضبوط کریں۔** جس طرح پیروں کو انکر سے بچانے کے لیے ساری دنیا سے کنکر ختم کر دینا نہ ممکن ہے نہ مطلوب، بلکہ چیل پہن لینے میں عقلمندی ہے بالکل اسی طرح پوری دنیا سے سارے بیکٹیریا اور وائرس کو ختم کر دینا نہ ممکن ہے اور نہ مطلوب عقلمندی یہ ہے کہ ہم اپنے جسم کو اتنا قوی بنائیں کہ ضرر سا جرا شیم اگر جملہ آور ہوں تو جسم اپنا دفاع آپ کر سکے۔ اپنے immune system کو مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ صحمندانہ طرز زندگی اختیار کیا جائے۔

ہمیں چاہیے کہ اچھی اور صحمندانہ غذا کھائیں۔ ایسی متوازن غذاوں کا استعمال کریں کہ جسم میں کسی وٹامن کی کمی نہ ہو۔ وقت پر کھانا کھائیں۔ بہت زیادہ نہ کھائیں۔ یوں کھانے کے اسلامی آداب اور دعا میں جو ہم نے بچپن میں سیکھی تھیں، ان پر عمل پیرا ہوں۔ اسی طرح ورزش کریں... اور روزانہ کریں۔ اگر ورزش کی عادت نہیں ہے تو ہلکی پھلکی ورزشوں سے شروعات کریں۔ اس ضمن میں صحیح کی چہل قدمی پر خصوصی دھیان دیں تاکہ سورج سے **وٹامن ڈی** بھی وافر مقدار میں حاصل ہو۔ کانکریٹ کے جنگلوں میں شہری

زندگی گزارنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد وہ امن ڈی کی کمی کا شکار ہے جس کے جسم کی قوت مدافعت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اچھے نظامِ مدافعت کے لیے بہترین نیند شرط لازم ہے، لہذا جلد سونے اور جلد اٹھنے کی عادت ڈالیں۔ نامکمل نیند جسم کی قوت مدافعت کو کمزور کر دیتی ہے۔ جلدی سونے کے لیے ضروری ہے کہ سونے سے ایک دو گھنٹے قبل سے موبائل کا استعمال نہ کریں۔ بستر پر لیٹیں تو آدھے گھنٹے کسی دینی کتاب کے مطالعے کی کوشش کریں۔

کسی مسلمان سے امید نہیں کی جاتی کہ وہ پنج وقتہ نمازیں نہ پڑھتا ہو لیکن اگر کوئی ان فرائض سے غافل ہے تو ان کے اہتمام کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔ اسی طرح کسی مسلمان سے اس بات کی توقع بھی نہیں کی جاتی کہ وہ شراب، سگریٹ یا تمباکو وغیرہ کی لخت میں گرفتار ہو گا لیکن کوئی اگر شیطان کے نرغے میں ہے تو اللہ کے غضب، آخرت کی پکڑ، اور دنیا میں اپنی صحت و کامیابی کا خیال کرے اور ان ضرر سارے چیزوں سے **مکمل پرہیز** کرے۔ اسی طرح ایک مسلمان سے اس بات کی توقع بھی نہیں کی جاتی کہ وہ **ڈپریشن اور ذہنی تناو** (Stress) جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو۔ کیونکہ مومن تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اپنی کوششیں کرتا ہے، نتائج اللہ پر چھوڑتا

ہے۔ نتیجہ اچھا نکلے تو مشکور ہوتا ہے؛ برلنکے تو صبر اور نماز سے مدد لیتا ہے، اپنا احتساب کرتا ہے، اور پھر کوشش کرتا ہے۔ یوں مومن ہر حال میں راضی بہ رضا رہتا ہے، کبھی ما یوس نہیں ہوتا، صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑتا۔ اس مومنانہ طرز فکر کو اپنا ٹینیں بھی اور فروع بھی دیں۔ جسم کی قوت مدافعت پر ٹینشن کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی، مسکراتے رہنے کی، اور چیزوں کے ثابت پہلو پر توجہ دینے کی عادت ڈالیں۔ یہ خوشیوں بھری زندگی کی شاہکلید ہے۔

☆ **نظام طب و صحت کا احتساب کریں۔** یہ حالات دعوت دیتے ہیں کہ بحیثیت ہندوستانی شہری کے ہم اجتماعی طور پر اپنے طبی نظام کا جائزہ لیں۔ اس طرح کی ناگہانی آفات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے ملک کا نظام طب و صحت کس حد تک تیار ہے، اس کا احتساب کریں۔ **ورلڈ بینک** کے اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان جیسی کثیر آبادی والے ملک میں فی ہزار صرف 0.7 بستر اسپتا لوں میں دستیاب ہیں۔ **ورلڈ ہیلتھ آرگناائزیشن** کے مطابق اس تناسب کو پانچ فی ہزار ضرور ہونا چاہیے۔ تقریباً چالیس ملکوں میں یہ تناسب اس سے بڑھ کر ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہم اس معاملے میں بغلہ دلیش اور بھوٹان جیسے ممالک سے بھی پچھے ہیں۔ (تفصیلی اعداد

وشاہر کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (<https://data.worldbank.org/indicator/SH.MED.BEDS.ZS>)۔ فی الحال ہاسپیٹل بیڈس کی تعداد ہمارے ملک میں ستر ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان ہے۔ اگر یہ تعداد زیادہ ہوتی اور دیگر طبی سہولیات بھی خاطرخواہ ہوتیں تو ہمارے لیے flattening of the curve والا عمل (جس کا ذکر پچھے گزرا ہے) نسبتاً آسان ہوتا۔

ٹی کے ارون زور دیتے ہیں کہ ہمیں مستقبل کے وباً جملوں کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ اس تیار رہنے کا مطلب ہے کہ ہمارے نظام صحت میں یہ صلاحیت ہو کہ وہ دسیوں لاکھ مریضوں کا بیک وقت علاج کر سکے۔ اسپتا لوں میں یہ انتظام بھی ہونا چاہیے کہ ہنگامی حالات میں نارمل وارڈس کو انتہائی نگہداشت یونٹس (Intensive Care Units) میں تبدیل کیا جاسکے۔ اسی طرح پلک ہیلتھ انجینئرنگ کی بھی ضرورت ہے تاکہ صحت کے حوالے سے لوگوں میں بیداری پیدا ہو۔ متوازن اور مقوی غذا، صاف پانی، صحت کے لیے نقصاندہ عادتوں سے اجتناب اور صحت مند طرز زندگی اختیار کر کے ان کی قوت مدافعت میں اضافہ کیا جائے۔

جنمنی، جنوبی کوریا اور بالخصوص تائیوان کی مشاپیں ہمارے سامنے ہیں کہ حکمراں اگر بیدار اور دوراندیش ہوں تو آفات کا سامنا کیسے کیا جاتا ہے۔ **ڈاکٹر جسین وانگ** (ڈائرکٹر، سینٹر فار پالیسی آئند پر یونیشن، استینفارڈ یونیورسٹی) کے مطابق تائیوان نے ڈسپر کے مہینے ہی سے اس آنے والی بلاسترنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اس صدی کے اوائل میں جب سارس کی وبا پھیلی تو بہت سے ممالک کی طرح تائیوان میں بھی ایک **بیشنل ہیلتھ کماؤنڈ سینٹر** بنایا گیا تھا۔ کرونا وائرس کے خلاف اس سینٹر کی خدمات حاصل کی گئیں جس کے ذریعہ ملک کی مختلف ایجنسیوں کے درمیان تعاون میں آسانیاں پیدا ہوئیں۔ تائیوان میں ووہان سے آنے والے مسافروں کی ہوائی جہازوں سے اترنے سے پہلے ہی جانچ کی جانے لگی تاکہ ان میں سے کوئی وائرس سے متاثر ہو تو وہ انفلکشن پھیلانہ سکے۔ اطباء میں اتنی بیداری پیدا کی گئی کہ جب وہ کسی مریض کی عام سی شکایت کا علاج بھی کرتے تو اس سے اس کے سفر اور روابط وغیرہ کے تعلق سے دریافت کرتے؛ اگر پتہ چلتا کہ مریض نے ووہان کا سفر کیا ہے یا وہاں سے حالیہ دنوں میں لوٹے کسی فرد سے ملاقات کی ہے تو اس کے عام بخار کو بھی بہت سمجھیگی سے لیتے اور پوری جانچ پڑتاں کرتے؛ میسٹ ثابت ہونے پر اس کے

متعلقین کی جانچ بھی کرتے۔ **ڈاکٹر وانگ** مزید کہتے ہیں کہ تائیوان میں جن لوگوں کو قرنطینہ (Quarantine) کے عمل سے گزرنا تھا ان کی موبائل فون لوکیشن ڈاٹا کے ذریعہ نگرانی کی گئی۔ افران صحت انہیں دن میں دو تین مرتبہ فون کر کے مرض کی علامات (symptoms) میں ثابت و منفی تبدیلی کے بارے میں پوچھتے۔ اگر کوئی منفی تبدیلی آتی تو انہیں معیجین تک پہنچانے کا نظم کیا جاتا۔ بصورت دیگر وہ گھر ہی میں رہتے اور وہیں ان کے لیے کھانا پہنچایا جاتا۔ اگر وہ قرنطینہ کے خلاف ورزی کرتے تو ان پر بھاری جرمانہ عائد کیا جاتا۔ اتنا ہی نہیں، بعد میں حکومت نے قرنطینہ کے عمل سے گزرنے والوں کو بھتہ دینا بھی شروع کیا۔ یعنی حکومت نے لوگوں کو گھر بیٹھنے کے لیے پیسے دیے تاکہ وہ خاندان کی غذائی ضرورتوں یا مکان کے کرایے وغیرہ کے لیے پریشان نہ ہوں۔ حکومت نے شہریوں کو ضروریات زندگی کی فراہمی کے لیے اہم قدم اٹھائے حتیٰ کہ ماسک بنانے اور تقسیم کرنے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی تاکہ کسی قسم کی حقیقی یا مصنوعی قلت نہ پیدا ہو۔ جن مریضوں کے تعلق سے وائرس انفلکشن کا خدشہ ہوا، ان کے ٹیسٹ اور علاج کے لیے بالکل علاحدہ انتظامات کیے گئے تاکہ انفلکشن نہ پھیل سکے۔ عوامی مقامات پر ایسے ہیکنر لگائے گئے جو آنے والوں کے جسمانی

درجہ حرارت کو ناپ لیتے۔ بخار میں مبتلا کسی فرد کو عمارتوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ڈاکٹر واگنگ کے الفاظ میں، ”صحت عامہ کے حوالے سے مستعدی کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں صحت عامہ کا ایسا ڈھانچہ (Infrastructure) ہو کہ اس کے ذریعہ آپ کسی بھی بحران کا سامنا کر سکیں۔“ یہ صحت عامہ کے حوالے سے ایک بیدار مغز حکومت کے اقدامات تھے جس کی وجہ سے چین کے بالکل پڑوس میں واقع ہونے کے باوجود تائیوان نے اس وبا پر قابو پالیا۔ چین میں ہونے والی تین ہزار سے زائد اموات کے بالمقابل تائیوان میں کورونا وائرس سے مرنے والوں کی تعداد صرف دو ہے۔

ہمارے ملک کے نیتا اب تک عوام کو ہندو مسلم، ذات پات، اور نفرت کی بنیادوں پر بانٹ کر ووٹ لیتے آئے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ان کا احتساب کیا جائے اور صرف ایسے سیاستدانوں کو حکومت میں آنے کا موقع ملے جو مفاد عامہ میں کام کریں۔ اس کے لیے برادران وطن میں بھی بڑے پیمانے پر بیداری لانے کی ضرورت ہے۔ یہ کچھ فکر یہ ہے کہ وائرس کے انفیکشن سے لڑنے کے لیے ہمیں پورے ملک کو بند کرنا پڑ رہا ہے اور ایک لاک ڈاؤن کے ختم ہونے سے پہلے ہی دوسرے لاک ڈاؤن کا اعلان ہو رہا ہے۔

طرہ یہ ہے کہ اس کام کو شرمساری سے کرنے کے بجائے دیدہ دلیری کے ساتھ بذات خود وزیر اعظم کر رہے ہیں اور اپنی لیڈری چمکار ہے ہیں۔ جن باتوں پر سر پیٹنا چاہیے ان پر تالیاں اور تھالیاں پیٹی جائی ہیں۔ عوام میں یہ بیداری کیوں نہیں ہے کہ وہ پوچھیں کہ اس لاک ڈاؤن کی ضرورت کیوں پڑی؟ کیوں ہمارا نظام صحت اتنا کارہ ہے کہ ہمارے سامنے ایک طرف انسانی جان اور دوسرا طرف انسان کے نقل و حمل، سماجی تعلقات، اداروں کے کام کاج، معاشی سرگرمیوں اور روزمرہ زندگی کے دیگر لوازم میں سے ایک کو چنے کی نوبت آگئی ہے؟ لاک ڈاؤن کی حکمت عملی پر ماہرین نے بہت سے سوالات اٹھائے ہیں۔ ورلڈ ہیلتھ آرگناائزیشن کے مطابق اس بیماری کا Asymptomatic transmission بہت کم ہے۔ یعنی زیادہ تر وارس منتقل کرنے کا کام وہی لوگ کرتے ہیں جن میں مرض کی علامات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ یہ خدشہ بہت کم ہے کہ بظاہر صحمند لوگ وارس منتقل کرتے رہیں۔ ایسے میں بیمار لوگوں کی ٹیسٹنگ اور انہیں قرنطینہ کے عمل سے گزارنا صحیح حکمت عملی ہے نہ کہ پورا ملک بند کر دینا۔ **مائکل اوسٹر ہوم** (ریکارڈر، سینٹر فارا نفیکشیں ڈیزیزریسرچ اینڈ پالیسی، یونیورسٹی آف مینی سوتا) کہتے ہیں کہ اس طرح

کے مکمل لاک ڈاؤن کے معاشی نتائج بہت بھی انک ہوں گے۔ یہ امید خام خیالی ہے کہ تمام لوگ گھروں میں بیٹھے بھی رہیں اور لوگوں کی بنیادی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:-)

<https://www.washingtonpost.com/opinions/2020/03/21/facing-covid-19-reality-national-lockdown-is-no-cure/>

ایسے میں کیا ہمارا ملک فائنسیل ایر جنسی کی طرف جا رہا ہے؟ کیا ہماری حکومت اپنی معاشی ناکامیوں کے ساتھ کورونا وائرس کے پیچھے چھپنا چاہتی ہے؟ لاک ڈاؤن کے بد لے بڑے پیانے پر ٹیسٹنگ اور قرنطینہ کی حکمت علمی کو کیوں اختیار نہیں کیا جا رہا ہے؟ اگر اس حکمت عملی کو اختیار کرنے کے لیے درکار وسائل ہمارے ملک میں نہیں ہیں تو اس کے لیے کون ذمہ دار ہے؟ ایسے سوالات کو پوچھنا ضروری ہے، اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے!



آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے کثرت سے ذکر کریں، مسنون دعائیں کا بھی اہتمام کریں۔

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاوَاتِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

ترجمہ: اللہ کے نام سے جس کے نام سے زمین یا آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی، اور وہ خوب سنتا اور جانتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برص سے، جنون سے، کوڑھ سے اور ہر قسم کی بربادیوں سے۔

(ابوداؤد)